

دوست تیری میں



شام کی دھوپ دھیرے دھیرے اُٹھ رہی تھی۔ ہوا کے خوشوار چھوٹے دھوپ کی تھابت سے اُڑا رہا کہ دیں سے ٹکرا کر تیرے تھابت سے احساس ہا کر رہے تھے۔

اس نے کڑی کھیل کر باہر چھٹا کر دھیرے دھیرے پل چلنے سے سرائور کر لیا۔ میں کڑی کے کچے کھیل میں چلنے بھاگی چلاں چلتے ہوئے نفرت بھاگی سے سرکھٹوں میں چلتے کھیل کے متعلق بائیں کر رہی تھی۔ چلنے بھاگی کی آنکھوں کے دہلے دھوپوں سے راستے خاک بات کسی پھرے کی پورے ہے۔ یہی بات اتنے پڑا ہے میں تھی۔ اب نہ نہیں کا ذکر تھا تو وہ سارا چوکی کر رہے تھی۔ یہی حرکت جان کر چلنے سے کڑی کے ہٹ گئی۔

یہ وہ چلنے کر رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اس کے دہلے والے اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب سب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہوا سے چلنے چلنے سب میں ایسا ہی کچھ ہوا آگاہ کہ چوکی وہ خود بھی اتنے سے لوگوں کے درمیان نہ رہی تھی۔ وہ دوسری بھاگی تھی۔ فرماں اس سے پاکی مال بھوتا تھی۔ لیا اور ایک سڑا ہوا تھا۔

ماہر شہر سکون تھی۔ یہاں وہ اپنی پڑھائی کے سلسلے میں آئی تھی۔ اس نے اس میں رہنے کا ارادہ کیا۔ گھراں سے اسے اپنی آنٹی کے پاس رہنے کا حکم ملا۔

بڑے محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ سارا ہل چل نہیں دیاں اپنی محبت کا احساس دے چکے۔ آنٹی اسے مزاح کی ذرا سی تیز میں گھریں کی متا میں ہیں۔ پل میں تم اس کے کھیلو معاملوں میں مت الجھتا۔ ہوا پرا کر رہے۔ خرابیوں میں کوئی ایسی دیکر بات نہ ہو جائے۔ یہ تھی۔ میں خود اپنے چلنے

بازہ کر کے چلنے اور اس پر چلنے تھا۔ لکھلکھائی کا اور دھوپ کا کر رہے ہیں۔ صرف ایک دھوپ اور کچھ دھوپ ساتھ میں کھیت کا ہوا تھا۔ راستہ چلائی اپنی اماں کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ ایک عداوتی وہی چلنے اور وہ دھوپوں کے امراء راہیل بھاگی غایت پر کھیت انسان سے تھی۔ اس کے کھیت سے واقف رہتی تھی۔

شہیل کو وہ خود کھیت تو نہیں لکھتے تھے۔ چلنے کی دوست کہ کوئی اور تھا۔ اور ان کی آنکھوں کا کھیت نہ۔

ناولٹ



[illegible][illegible][illegible][illegible]

بھائی کی درخواست نے اس میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔

تو سچے نیا کی وجہ سے ہوا داشت کر رہے ہیں
اسے آواز تو کب کی لگن اسے لگن ہوا کر رہی
ہوئی۔ تو توہ کر رہی تھی کہ وہ اسے لگن
کر رہی تھی کہ وہ اسے لگن کر رہی تھی۔
اسے لگن کر رہی تھی کہ وہ اسے لگن کر رہی تھی۔
اسے لگن کر رہی تھی کہ وہ اسے لگن کر رہی تھی۔

پھر وہ شاپرہ ایسی کی شاپرہوں کے اشارے پر پلٹ کر
وہاں سے چلی گئیں۔ ساتھ ہی ان کے تھکے دام قدم
کے شہر میں بھائی بھی پلٹ گئے۔ وہ اور ایسی مہنگی
کے ٹکڑے اجالے میں ایک دوسرے کے حائل چپ
چاپ کھڑے رہ گئے۔ پھر ایسا ہیچے اچانک ہوا
نہ نظر آئے خواب سے بیدار ہوئی وہاں۔

”آرے تم کو پودنی بھیجے رہی ہو۔ چار شاہان
 کپڑے بدل کر کھنٹہ لگ جائے گی۔ پرانی امانت ہو
 نیکے کیس بنار شہنشاہت پر جائے۔ چار جلدی چلاؤ۔“

انہیں کے دھیریں ہلانے پر اسے بھی ایک ایک بدن پر
فٹوڑک کا احساس ہونے لگا۔ باہر کی گلیوں سے پانی
نہ اب گرا تھا۔

پھر سے اہل بیت کے لئے ایک نیا گھر بنایا گیا۔ ان کے پاس بیٹے پرچہ کرینٹو تھے۔ اس کے ٹھکانے ٹھکانے ہاتھ اہل اپنے بیٹوں پر محسوس کر کے چھٹکے۔ اور انھوں نے دھرا ہالہ بنا کر اسے دکھایا۔ ایک جہلی سی تو ہے سافٹی سی جن کے لہجوں سے تھوڑا ہوا کی روایت کرینٹو کرینٹو۔

”میرا بچہ شہباز دو سال سے میری آپ میں جاکر رہا ہے۔ میں نے ان کو سڑکوں میں پہلی بار اسے اتار دیا تھا۔ جب اس کے لڑکھانے ہوئے، تو اس نے کہا: ”اس زمانہ میں کوئی بھی گوارا نہیں دے گا کہ اس نے میرے بچے کی پرورش کی ہے۔“ میرے بچے کی خوشیاں مجھ پر مل گئیں۔“

میں سکرٹے لگاؤ ایک اذیتناک خوف ہے اس کی توجہ کاغذ پر

"اے بھئی رحیم! اٹھنیل کی بیوی۔" اہاں کے
 بچے میں جیسے آپ ملک گئی تھی۔

”ایسی ہی کیا ہے جس نے وہ سنی کا سودا ہے۔ اچھا کنویں کنویں ہے اس نے جو ہمارے زمین کی جھیرے بننے کے قبضہ کی دی ہے صرف قبضہ کی دی ہے۔ مگر کیا یہ قدر ایک ملیر اس کا زمین کی میں سکون کا نہ آئے گا۔“ اس میں اس کے زمین و ملیر کیا حالت ہے ہے جو اپنی ہی کے جادوی میں۔“

چند ہی دنوں میں اس کے اعضاء پر گرا
تھا۔ اور اسے لگ دیا تھا اس کے اعضاء ہی نہیں
اس کے ارد گرد کی جڑیں و جھلی ہوئی۔ روئی کی مانند
بکھر رہی تھیں۔

انصاف کی وجہ سے اس گھوٹی کچھڑا شہ کر رہے ہیں۔ اور کب کی میں اپنے بچے کی اس سے جان بچاؤں۔ تو اگر سعد کا مسئلہ نہ ہو مائیں پر سخت آتی ہیں گی اس گھر میں میرے سہیل کی دلہن بن کر۔
اب میں نے ایک افسانہ سنا جس بھر کر مجھے پر زور سے ہاتھ مارا۔ پھر یہ حال ہی ہو کرینہ کے بہانے سے ٹھیکہ کال۔

عمری نے ایک خط اپنی جاتی آئیں سند کر لیں۔
پھر میری سے کہو کر مل کے اندر کے شور کو دیا۔
ہوئے پورے۔

اس شادی کی کیا وجہ تھی؟۔ اس کے سنے سے
ایک دم بھری تو نکل گئی۔ عروہ نہیں جانے کہ جس کو
ان کے سامنے تھی اس ناؤک سی لڑکی کا دل کسی بڑے
طرح خوش گھر پر یہ بڑا ہو رہا ہے۔ وہ کسی شکل سے
اپنے عصاب کو سمجھا لے وہ نے تھی۔
اپنے نے غصہ اس سے نکال دیا۔

سعدیہ جی اہل کی نفی تھی۔ لیکن یہاں اس کی
اکھڑی سن جس کی سٹیجی ایک سال رہی پھر کچھ
جو تقریباً سال بھر رہا۔ مگر محنتی سے چند ماہ اس کے
کے سسرال والوں نے عجیب شہکار کھادی کہ اس کی عمر
کی ٹیما رہی ہے اس نے بیٹہ پھل کی شادی کر
دی ہے۔ کہ وہ محنتی کراہی ہے۔ وہ فرما رہی ہے۔

نے گواہ کہندی سے اس کی طرف دیکھا شہدہ سرے
 پڑا اس کی صفائی کچھ ایسی تھی کہ ہر گھر میں
 ایک بے حد آگے نقش کی دلیلی مل لیتی اپنے
 پاؤں کی لمبی چوٹی آگے لے کر اس کے باطن سامنے
 لٹاؤں گئے۔ گھٹا ہوا آئینہ بھی نگہ میں میں عجیب سی
 آئینہ صحن محسوس ہو رہی تھی۔
 جگہ جگہ پھولوں اور پتے تراشیدہ پاؤں سے شاید اس کے
 پائشوں کے ساتھ اور پتے سے گھلادہ گڑا ہوا قند اس پر
 آتش میں جھونکی کی طرح شعلے سے مٹی کی سرکاری
 ترقی۔
 "میں نے اپنی اور بے اختیار کار کا نشانہ کھینچے تھے
 ہوں۔ مٹی صاف ہے۔" پتہ پتہ اور اسے کھینچنے کی فکر
 اس کی اپنی جگہ میں رہا کی پتہ پتہ تھیں۔ جو
 مٹی کی پتہ پتہ تھیں وہ پتہ پتہ تھیں۔
 "میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں اس کا نشانہ ہے۔"
 "تو اس نے اپنی ہاتھ کا اشارہ اٹھ کر پتہ پتہ۔ مگر
 اس جگہ دلیلی مائل کرنے کے لیے بہت پتہ پتہ
 پتہ پتہ کے۔
 "تو اس نے اپنی ہاتھ کا پتہ پتہ مٹی کی
 مٹی کی ہوتے تھے۔ وہ پتہ پتہ تھے وہ اس میں پتہ پتہ
 اس کی طرف بے نظر ہوئے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 سانس بھر کر تھی۔
 "میں صرف قہر سے ملے آئی ہوں۔ تم ہی ہونا
 راجہ۔ راجہ صرف۔
 "وہ پتہ پتہ ایک جی اس کی آغوش میں حیرت کی
 کیفیت میں جو کہ ہر جگہ ہر جگہ ہوتی۔ وہ بے
 نیازی سے کہہ دیتا تھا کہ میں پتہ پتہ
 "میں آئے اور مجھ سے ملے کی اس زہمت کا
 سبب یہ ہو سکتی ہوں۔ وہ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 نام میں ہوں۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 ہوا ہوا۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 کسی پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 سوسنے کے کسی خودی کو دوا دار جانا کہ۔"

اس نے احسان بھانے والے لکھا اس کی
 طرف دیکھا۔
 "میں بھی تمہارے کسی پتہ پتہ کر کے نہیں
 لیتا۔" اس کے بعد پتہ پتہ کو گھراؤ اور کرتے ہوئے
 ہوتا۔
 "میں تو صرف اس کا سبب معلوم کرنے آئی ہوں
 کہ میں اس کی ضرورت میں نہیں آتی۔" اس نے
 یہ کہنے سے ایک طائرانہ نظر سے دیکھا۔
 "میں بھی عجیب بے قصور ہوں۔ دلیلی کے وہی
 تھے۔ سب سے پہلی ایک حیرت کا گڑھا پتہ پتہ پتہ پتہ
 کا گڑھا پتہ پتہ تھے۔ اس کی طرح بے قصور اور بے
 زہمت کا گڑھا پتہ پتہ ایک پتہ سے اسے پتہ پتہ کی
 قسمت پر رحم تھا۔
 "میں نے یہ پتہ پتہ سب پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔
 اپنا پتہ اس کے بے حد قہر۔ مگر وہاں عورتوں کی
 طرف تھی۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 مگر وہاں قند اس کی ہاتھ میں تھے۔
 "میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں اس کا نشانہ ہے۔"
 "تو اس نے اپنی ہاتھ کا اشارہ اٹھ کر پتہ پتہ۔ مگر
 اس جگہ دلیلی مائل کرنے کے لیے بہت پتہ پتہ
 پتہ پتہ کے۔
 "تو اس نے اپنی ہاتھ کا پتہ پتہ مٹی کی
 مٹی کی ہوتے تھے۔ وہ پتہ پتہ تھے وہ اس میں پتہ پتہ
 اس کی طرف بے نظر ہوئے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 سانس بھر کر تھی۔
 "میں صرف قہر سے ملے آئی ہوں۔ تم ہی ہونا
 راجہ۔ راجہ صرف۔
 "وہ پتہ پتہ ایک جی اس کی آغوش میں حیرت کی
 کیفیت میں جو کہ ہر جگہ ہر جگہ ہوتی۔ وہ بے
 نیازی سے کہہ دیتا تھا کہ میں پتہ پتہ
 "میں آئے اور مجھ سے ملے کی اس زہمت کا
 سبب یہ ہو سکتی ہوں۔ وہ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 نام میں ہوں۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 ہوا ہوا۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 کسی پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 سوسنے کے کسی خودی کو دوا دار جانا کہ۔"

"میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں اس کا نشانہ ہے۔"
 "تو اس نے اپنی ہاتھ کا اشارہ اٹھ کر پتہ پتہ۔ مگر
 اس جگہ دلیلی مائل کرنے کے لیے بہت پتہ پتہ
 پتہ پتہ کے۔
 "تو اس نے اپنی ہاتھ کا پتہ پتہ مٹی کی
 مٹی کی ہوتے تھے۔ وہ پتہ پتہ تھے وہ اس میں پتہ پتہ
 اس کی طرف بے نظر ہوئے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 سانس بھر کر تھی۔
 "میں صرف قہر سے ملے آئی ہوں۔ تم ہی ہونا
 راجہ۔ راجہ صرف۔
 "وہ پتہ پتہ ایک جی اس کی آغوش میں حیرت کی
 کیفیت میں جو کہ ہر جگہ ہر جگہ ہوتی۔ وہ بے
 نیازی سے کہہ دیتا تھا کہ میں پتہ پتہ
 "میں آئے اور مجھ سے ملے کی اس زہمت کا
 سبب یہ ہو سکتی ہوں۔ وہ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 نام میں ہوں۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 ہوا ہوا۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 کسی پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 سوسنے کے کسی خودی کو دوا دار جانا کہ۔"

کے پاس بھی پتہ پتہ کرتی رہی۔ پتہ پتہ سے سوسنے
 دے سے پتہ پتہ کے پتہ پتہ۔ پتہ پتہ کے پتہ پتہ
 ضروری تھا۔
 "میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں اس کا نشانہ ہے۔"
 "تو اس نے اپنی ہاتھ کا اشارہ اٹھ کر پتہ پتہ۔ مگر
 اس جگہ دلیلی مائل کرنے کے لیے بہت پتہ پتہ
 پتہ پتہ کے۔
 "تو اس نے اپنی ہاتھ کا پتہ پتہ مٹی کی
 مٹی کی ہوتے تھے۔ وہ پتہ پتہ تھے وہ اس میں پتہ پتہ
 اس کی طرف بے نظر ہوئے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 سانس بھر کر تھی۔
 "میں صرف قہر سے ملے آئی ہوں۔ تم ہی ہونا
 راجہ۔ راجہ صرف۔
 "وہ پتہ پتہ ایک جی اس کی آغوش میں حیرت کی
 کیفیت میں جو کہ ہر جگہ ہر جگہ ہوتی۔ وہ بے
 نیازی سے کہہ دیتا تھا کہ میں پتہ پتہ
 "میں آئے اور مجھ سے ملے کی اس زہمت کا
 سبب یہ ہو سکتی ہوں۔ وہ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 نام میں ہوں۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 ہوا ہوا۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 کسی پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے۔ پتہ پتہ تھے
 سوسنے کے کسی خودی کو دوا دار جانا کہ۔"

ایسی کنسٹنٹ تھی جس کے ٹوٹنے کا فہم ہو۔ پس آپ نے اپنی زندگی کا ایک سڑ دا اسیں دکھ لیا۔ اس سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہر شخص کو حق ہے کہ وہ اپنی زندگی کی کتاب کو لے جائے اور لکھے۔

شہید نے سرپ کرنا سے دیکھا اور جلدی سے بولا۔

"ہمارے درمیان خود بخود کنسٹنٹ ہو چکی تھی۔ عمری کا فہم سے میرا رشتہ ہے ایک تعلق ہے جو عمل سے ہے۔"

"تو آپ شہید صاحب! آگے بڑھتے ہیں۔" اس نے تجوی سے اس کی بات کاٹ لی۔ اس کی نگاہوں سے دیر کا چھوٹا کھمبہ نکلا۔ اس کی اجازت دہائی کا عکس اس کی آنکھوں میں اس قدر واضح تھا کہ اس کی دھجج تک کسی شہر کی طرح نظر آیا تھا۔ اور جس طرح کا سامنا اس نے بعض چند عکسوں سے کیا تھا اس کی تھکاوٹ اس کی دیرگست پست کی تھی۔

"میں یہاں نہیں لے کہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اور سزا ب بھی کچھ نہیں بگڑا۔"

"ہاں شاید آپ کے لیے کچھ نہیں بگڑا اور موبوں کے لیے شاید بھی کچھ نہیں بگڑا۔ گاڑی سارا مروت راستے کے حصے میں آتا ہے۔"

"وقت رسوائی، عروسی، اقامت، سب عورت کی جہد میں ٹکرتی ہے۔ مرنے کے لیے تہیہ کھانا راستہ ہوتا ہے۔ اس نے آنکھیں موند لیں اور سیٹ کی پشت سے سر اٹھایا۔

"میں نے اس نے بہت دیر سے دیکھا ہے۔ میں جس اہستہ سے گزرا ہوں اور گزر رہا ہوں اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔" تو وہ اس بھر سے لپکتی ہوئی۔

"میں نے اپنے لیے بہت سے طر اب دیکھے تھے۔ سب بھر گئے تھے۔ تم نہیں دیکھتے کہ ہر سے جڑے گئے۔ اس خواب نے سرے سے بنے گئے ہیں۔ کتنے میں بالکل عام ہیں کہ تم میرے خوابوں کی مثل ہو۔"

اس کا کافی اٹھایا تھا اسے مجھوڑا۔ گاڑی روکنی

سے بھیب جاتے ہوئے کسی کوٹے میں منہ چھپا کر گئی۔ بھر کر دے۔ تمنا ہے۔ چوکیوں اس وقت اس کمرے سے بھی جانے کی پوزیشن میں نہیں تھی اس کے انگریز مہرے حد قریب تھے اور اس کا آخری سال تھا جس کے لیے اس نے اتنی قربانیاں دی تھیں۔

وہ سرے دن بھی وہاں کے لیے چپکے تھے۔ اگلی بار شہید سے سامنا نہ ہو۔ مردہ ہو گیا اس کا بھتر تھا۔ گاڑی سے ٹھک دھاکے کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ اندر گھول گیا۔ وہ بے بس ہو گئی۔ کیونکہ وہ کیا کم کر کے پاس میں کوئی تراشا انورہ نہیں کر سکتی تھی۔ سوچیں۔

سب کچھ کے دہانے دکھائے ایک جہی کو دکھانے کے لیے دامن دور نہیں تھا۔ ہاتھ ہمیشہ پھیلائے رکھتے۔ اس نے ایک کمری اسٹو سائس بھر کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ کمری کی طرف رخ کیے کھڑے تھے۔

"عمری! تمہیں ساری بہت ناظم ہو گیا ہے۔" اس نے شاید جس سبب سے بھڑکا ہوا تھا۔

"چاہا ہو یا کر۔ سب کچھ آپ ہی دیتے۔ اور بہت کچھ عورت دیتے۔ کچھ چھٹی چھٹی ہی اس کے ہاتھ پر آکر ٹپکتی۔

"میں نے بہت کوشش کی تھی پار سے جاتے۔ ٹھیک نہیں کیا۔ دکان کے پیٹ نہ کر سکا۔" وہ افسوس سے کہنے لگا۔ اس میں ہر جگہ پر ابھری ہوئی ہر انگلیاں دگڑنے لگاں۔ ایک جگہ ہی متا۔ فائدہ صاحب بھر کر شکل پر گاڑی روکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ وہ خود اسی زاویے سے دیکھتی تھی۔

"عمری! یہاں سے بھاگنا۔"

اس نے رخ موڑ کر اس کی طرف پس ایک نظر دیکھا۔ ایک پٹی کو دل چاہا اسی چلتی گاڑی سے کہہ جائے۔ فہم تھے کہ اہل کو دبا کر ایک جلی سائس بھرتی۔

"نہیں! اتفاقاً یہاں ہوں گی۔ آپ نے کون سے کچھ سے عروسی کا ہاتھ سے تھکے ہمارے درمیان کوئی

[illegible][illegible][illegible][illegible]

حضرت علیؓ میں اس عظمت کا یہ معانی طرف کا
دروازہ نہ کھلے گا جسے پہنچے۔ اس کا کھلا ہوا دروازہ تھا جسے
اس نے اس طرح ساری طرف چھانڈی دالی ہو کر چاہا تھا کہ
خاک و شہیل تھا یا مرئی،
کھڑکی کے اندر صاف صاف نورِ خدا مت کا
انسان کیلئے کھلا تھا۔
"کھڑکی سے اتر کر اپنی طرف کا دروازہ بند کرتے
ہوئے شہیل کی طرف اٹھ کھڑا اور لاپرواہی سے اپنی جگہ
پر بیٹھ جاتا تھا۔
اسے کچھ بہت چاہا کہ نکلے اس کے گھر سے کہتے
تھے: "تو کبھی بار بار اپنے دل میں اس شخص کے
کے قہر کی ایک بار بھی محسوس ہوئی۔
دل کی فتنہ پرانہ دوا اور کھڑکی پر محسوس طریقت
پر ہر محسوس کا وہ جزئی معنی محسوس ہو گیا۔
وہ اندر کی طرف دیکھ کر بھی تھکھکھاتے آئے۔ کار۔
گھر، تھی ان ہی کئی اداں کے درون میں پہلی آگ۔
نہایت کے ساتھ وہ غمت بھاری کے پورے تن میں
میں لپکتا چلتا تھا۔ جس سے ہلکتے آتی تیز دھڑکیاں اور
آوازیں سے اندازہ ہوتا تھا کہ مصلحت، انجلی معذور
تھی۔ لیکن اور وہ یہ کہ ایک ہی لمحہ میں وہ اپنے
گھر سے شہر سے دور چلا جاتا تھا۔
"مرئی کیا ہے تو نہ سمجھی۔" وہ شاید بولا اور اس
کے پیچھے لگا تھا تب بھی جس میں شہر سے جا رہا۔
وہ اس کی کئی بات سننا نہیں چاہتا تھا جس کی طرف اس
کی کانٹا کھلم کھلا کر چلا گیا تھا۔
"کیا ہے تو سن" اس نے گھر کے گھونبر پر سار
کسی بھائی جانی بولا۔ "اس نے ایک ہی جھنگ میں
اس کا رخ اپنی اپنی طرف کر لیا۔ حملہ وائل اچھا تھا
قدیمہ اور لڑائی کی طرف اس نے پیڑی زری سے اسے تمام
جا بوجھ سے اس کی نسبت سے کچھ متعارف ہو۔
اس کے کس کا لاشہ شہیل کا کمانا انگریزوں کے
ہول سے، جسم میں سرایت کر کے محسوس ہوا اور
نوں میں نہ رہے تو خوں کے گڑھوں کے طور پر۔
اس کا منہ نہ دیکھو کہ طرف اس کی رنگ و

ہلاک میں کیا تو وہاں سے زمین بھٹکھٹکھٹک ہوئی۔
 رویدہ آفرینے پر چہرے پر کئی کئی لمحے اس کا سر
 رنگ سے دیا ہے کیونکہ یہ غمگین تھا۔ جس کی
 وجہ سے سرخ سرخ گلابوں میں اس کے رنجیہاں
 سے ابلکہ وہاں کے چہرے پر چھلکے ہوئے تھے۔
 "رویدہ رویدہ" غصہ کی آواز اس سے میں زیادہ
 اداؤں والی اور فخریہ "وہ غصہ" ہوش میں ہی
 پیچھا پھاڑا اور ایک طرف کیا۔
 "جیہ" میں کیاں کیجئے۔ یہ سب میرا مطلب
 ہے کہ میرے طرح کر لیں۔ "وہ غصہ" انھوں سے
 رویدہ کو دیکھنے لگے، اس کا لہجہ اچھا اس منظر
 میں داخل تھا۔ کئی لمحوں میں غصہ فطری حالت ہو۔
 غصہ نے اسے اٹھا کر اسے روکھا اس کی آنکھوں
 میں عجیب سی کیفیت اتر گئی۔
 "یہ بہت دور نکلی ہے کہ میرے ساتھ اسے اور
 بہت دیا۔" وہ غصہ نے کہا۔
 "میرا خیال ہے کہ ہوش ہو رہی ہے۔" وہ
 جلدی سے اس کے نظریں مڑھا کر اس کے کونے
 فوراً سے تھوکر مارنے لگا۔
 "تپ کی بات ہے۔ میری جان ہے۔" وہ غصہ
 غصہ سے دیکھ رہی تھی اس میں غصہ میرا دھرم
 تھا۔
 "میں اہل بی اور نہیں تھا کیونکہ آئی ہو۔" وہ
 غصہ میری جانب سے کرانی تھی۔ وہ غصہ
 لہجے کی کھلی ہوئی کراہے رہا۔
 "میں نہیں۔ میں۔ میں اس میں خود ہے کہ
 جاؤں۔" وہ غصہ میں غصہ غصہ کر رہی تھی۔
 فرح میں اپنے رگڑنے سے ہاتھ پر چمک کر خون
 میں لپکتی ہے۔ کہ کوئی کہہ کر تیار ہو کر اس کا
 سے جانے کے بعد وہ ایک کو اصرار دیتے ہیں جھاک
 گئی۔ اس کے بعد ہی کہ وہ غصہ میں کر رہی تھی
 جاتی۔ غصہ سے اس کے ساتھ وہی قریب ہی
 جا رہے تھے وہ دھڑکنے لگی۔
 اور جا رہے تھے۔ ان کا کہہ نہیں دیکھ کے اپنے تپ کو

سچائی کے گوشے میں کھینچ کر لے گئی۔
 اس کا دل بھی اچھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ
 کچھ سوجھ پھٹے تھے۔ عجیب سا انسان اس کا تھا۔
 یہ جانتے ہیے اور کہ کر دوا ہو گیا۔
 اس نے انھیں کھول دی اور دھننے کے قریب
 بکھرے خون کو دیکھا۔ وہ بپ کی روشنی میں سرخ
 چاند کی طرح تھک رہا تھا۔
 خون لڑکی کی عورت ہو گیا ہے۔
 وہاں ہوا خون کو موت کے سوا کچھ
 نہیں۔
 اس نے ایک بھر مری لے کر پھر انھیں بند
 کر لیے۔ اس کا دل ان کا کچھ دوا دوا ہونے والا
 ماننے پر ہوتا تھا۔
 وہ اس سے پہلے گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئی
 تھی۔ وہ یاد اس بات کی نہیں تھی کہ وہ اس کے اوپر
 بہت سچا ہونے والی تھی۔ وہ یاد تھا کہ پھر اس نے
 رک کی گئی تھی۔ اور شاید رکائی غصہ ہوا تھا۔
 عین اس لمحے کا یہ تھا۔
 اس کا دل نہیں بھلا تھا۔ اس کے شہر کا دل
 جس کا یہاں پہلے بھلا تھا۔
 وہ ایک بار پھر انھیں کھول کر خون کو کھورنے
 لگی۔
 تب غصہ سے اسے قدس کی تازی چلی پھر اس
 کی بی بی تازی ملائی تھی۔
 یہ سب کچھ ہو گیا۔ کب وہ اس کا کیا ہو گیا
 یہ اس سے کہہ
 نہیں پاتی تھی۔ اس کا وہاں تو وہ کسی نے اس کی
 طرح ان سے لگ کر۔
 گوتے دے لگ کر۔
 نہیں اس سے پہلے یہ کتاب بھی اس نے
 خود اس کے منہ سے پڑی تھی۔ حکومت کو کوئی یہ جانتے
 نہیں ہے۔ ایسا جانتے نہیں جانتے ہیں اس کا اتارنے
 پڑھتے ہیں اور لکھتی ہیں کوہری کے ہیں۔

”رفاعت تو وہی اچھی اور پاسدار ہوئی ہے۔ جو
 بھی روپ، بھروسہ، تھکنی اور پستہ دے گی کے گارے سے
 تعمیر ہو۔“ کوئی اندوہان بھی کر رہا تھا۔

”سندھ سنی کے بندھن بہت کمزور ہوتے ہیں۔
 انہیں لاکھ گوشت کے بارود آپ قائم نہیں رکھ
 سکتے۔ تمہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ زندگی واقعی تو جسمانی
 حسن، ٹیلی و سروس کا جسم بھی ہے۔ مجھے غم ہو کہ
 میں اب تک ایک ایسا ذریعہ امن طور پر کارآمد کی گزار
 رہا تھا۔ بلکہ خود زندگی کا ایک بے کار عضو، مصلحت من
 کردہ کیا تھا۔ شاید اس لیے کہ جذبے ہی ہمیں زندگی
 رکھتے ہیں۔ ہمیں یہ یاد رکھتے ہیں اور زندگی بے ادبی زندگی
 کے حسن کو جذب کرنے اور غم کو کرنے کی لذت
 سے ہم کنار کرتی ہے۔“

”جائیں اور لفظوں کی شیعہ بازی سے اسے متاثر
 کرنے کی کوشش کرنا تھا۔ اب بے بدولی کی شدتوں کا
 احساس ملا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی کچھ ایسی ہی
 کیفیت تھی۔“

”وہ پلکیں جھٹکا بھی اور پلٹ کر بند پڑ بکھری۔ کتابیں
 میچے لگی۔“

”کچھ کوئی نہیں مسمیٰ۔“ اس نے جھک کر اس
 کے متحرک ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کی طرح لگا ہوا
 ہے۔ کہا۔

”مسمیٰ کو اپنے پہلو سے توجہ دھنی محسوس ہونے
 لگی۔ ایک ہل کو اس نے تھریں اٹھا۔ جس کے ساتھ ساتھ
 تسلیم ہوا۔ اور شہنشاہ کے دل میں گویا طوفان نے
 تباہی مچا کہ وہ جلد ہی سے پلکیں جھٹکا کرنا چاہتا ہے
 کی گرفت سے نکال کر تباہ کرنا نہیں سمجھتے گی۔“

”نہیں سے عرض مضطرب مسمیٰ
 مسمیٰ آخر خدا کی قسم کہ وہ
 وہ ایک لفظ کی سانس بھر کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر
 مسکرایا۔“

”خاموشی بھی اقرار کا ایک انداز ہی وہ ہے مسمیٰ
 ہی۔ ہم تو ان کی سمجھنے کے لیے چاہتے تھے۔
 رام خوشبو میں گرفتار رہا ہے کب سے

لفظ افسار کی الجھن میں رہا ہے کب سے
 اچانک حیلے بھانجی کی توار تھکی۔ شاید مسمیٰ کو
 ہی پکار رہی تھیں۔ وہ سچا کر تھی اور وہ اسے کی
 طرف پڑھ گئی۔ وہ بحث سے اس کے آگے بھیل کر
 کھڑا ہو گیا۔

”اہں ہوں آپسے نہیں۔ کوئی مسئلہ سا جواب تو دینا
 ہی پڑے گا۔ خاموشی اقرار کا اپنا حسن ہے۔ کھیل کی
 تیاری اور سیریل کے لیے افسار کا چکر تو بھی ضروری
 ہے۔“ وہ جڑی ہوئی اسے دیکھتی رہ گئی۔ حیلے
 بھانجی کے آہانے کا خوف تو سرجاں اسے ایسا نہ تھا
 شاید وہ ہر خوف، ہر دہم، ہر شے سے بے نیاز ہو گئی
 تھی۔ مگر اس کی قیمت اس کی سونہری اس پر وحشت
 بن کر چھائی ہوئی تھی۔ اس نے ایک بجلی سی سانس بھر
 کر وہ ستانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کو دیکھا اور
 دھیرے سے حیلے۔

”سنا ہے مگر بھر کا کوئی کھیل تو نہیں
 اس پریم پار مجھ کو دیا سوچتے تو وہ
 شہنشاہ کے خود ماسے دیکھا رہ گیا۔ اس نے اسی
 مسکراہٹ کے ساتھ دوڑنے کی طرف اشارہ کیا تو وہ
 پلکے سے آنکھوں کو جھپٹ دے کر مسکرایا اور اس
 کھیل بکھیرا ہوا رہ گیا۔“

♥ ♥ ♥ ♥

رات اس نے اپنے اور مسمیٰ کے پہلے میں بات
 کی تو اہں میلے تو اس کی شکل دیکھتی رہ گئیں۔ پھر ایک
 مسمیٰ سانس لینے کی شے سے بھینچ کر اٹھ کر بیٹھ
 گئیں۔

”اہں مسمیٰ جی بھاری بی۔ جب خود میرا ہل بھی
 جی مانو تو ایسا ہی سوچ رہا تھا۔ کچھ وہ مسمیٰ دھاتی تھی اس
 روز سے میرے ہل کو بھانجی تھی مگر۔“ انہوں نے
 ایک اور لفظ کی سانس بھینچی۔

”اب کیا مسئلہ ہے اہں اب تو کوئی رکاوٹ بھی
 نہیں ہے۔ تب شاید آٹلی سے بات کر لیں۔“

”اہں ہاں اب بھلا کیا رکاوٹ ہے میں جلد ہی
 بات کروں گی مگر مسمیٰ کی رضامندی بھی تو ضروری

"الطیلس وہ کیوں براؤنڈ ہے ہوگی۔" اکتا برا ہوا کیا
 میں۔ "اس کی براؤنڈ آنکھوں میں ظالم کی قورینہ
 لگتی ہے۔" میں نے اس کا ہرپورہ سر اٹھا رکھا اور میں
 یہ کہہ کر اس کا منہ تھپڑ مار دیا۔
 "کاش کاش! آج ہی برا ہونے لگا۔ ایسے سمجھو تو
 نصیب الیسا کاٹتے ہیں۔"

اگر کسی آخری بات پر اس کے دوستوں کو سنا
اس کا جتنا چہرہ چمک اٹھا، گویا جیتے ہوئے
پر اس میں کسی کی شکل ڈال دیا ہو۔
اس نے گلیے کے نیچے سے ایک پر اور ایک ڈھل
کر اسے تھوپا۔ جسے گروہ عزت سے ہار ڈال دیا
اور پھر اوپر اپنے گھر کے میں چلا آیا۔
گھر میں سبیل صاحبہ

چہ
 جو شخص رو بہ علی بیسی آیا رسولی میرا بل رکھتے
 اپنی کینہ کورت کی ایک معمولی چادر غائی کی قیبل
 کر کے اس کی اپنی رو بہ باقی غائی کے ساتھ
 قیبل کر لیتے ہیں۔ کاش آپ کا چہرہ انکا
 خوبصورت نہ ہو۔ آپ میں اپنی ظاہری خوبیاں نہ
 ہوں جس طرف آپ کا غائی مشہور ہو آپ ایک سیاح
 دومرحضہ بن ملے دے انہوں کو ہے
 میں آپ کا اس غرضی ساتھ نہ دینے میں مشرف
 ہوں اور آپ سے لیاہ رو بہ کے کریم آپ کے
 سے زندگی کی طرف بھیجی ہو۔ محمود حضرت
 میں نے اسے اسے کر کے محمود کو اس میں اپنے آپ کو
 شایہ میں صرف میں کر کے کہ وہ مطابقت
 ضرور حاصل کرے
 فقط عرضی

پہلے تیرے لکھنے والوں کو ہر حال میں کراؤ تاکہ
 داری ہی ہے۔ جب تک کہ اسے نہ دیا جائے گا تو اس میں
 کوئی سے ہمت کرا کے نہ کرے۔ یہی سبب ہے۔
 اس کے کہہ رہے ہیں کہ یہی کیسٹ دے دینی ہے۔
 جسے دے دینے سے پہلے ہی کہی اس نے کیسٹ دینے پر
 میں لکھی ہوں کہ اگر یہی دے کر کہیں تو اس میں
 دوسرے ہی سے کہے کہ اسے نہ دینے والی غزل
 اس کے کہیں کو کہنے کے۔
 دشت غزل میں اسے بیان ہیں کہ اس میں
 تیری قواز کے سامنے تیرے ہونٹوں کے سراج
 آؤں تو یہ ہے کہ جسے قوت ہے تیری سانس کی آواز
 اپنی خوشی میں سنبھلے ہوئی دم دم دم
 گردن ہی باز چلی ہوئی جلو جلو جلو
 کہہ رہی ہے تیری دلدار افری کی خیم
 دشت غزل میں اسے بیان ہیں کہ اس میں
 تیری قواز کے سامنے تیرے ہونٹوں کے سراج